السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک عالم دین خطیب ، امام اور راسخ العقیدہ مسلمان اور ساتھ ٹیچر بھی ہوں ، سکول ٹائم میں دوران پریڈ زراعت کی کاپی پر بار بار ہر صفحہ کے اوپر کی سطح پر ''یارسول اللہ ﷺ'' لکھا ہوا تھا میں نے بطور استاد سمجھاتے ہوئے اس طالبعلم کو یہ کہا کہ بیٹا یہ الفاظ پر نہیں لکھنے چاہییے۔ کیونکہ یہ کاپی کسی دن ردی میں چلی جائے گی اور رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کی توہین ہوگی اور ساتھ ہی میں نے یارسول اللہ کے حروف کے گرد دائرہ بھی لگایا اور میں بحیثیت مسلمان حلفاً کہتا ہوں کہ دائرہ لگاتے وقت میری نیت میں توہین رسالت مقصود نہ تھی اور نہ ہتک رسول اللہ ﷺ میرے حاشیہ خیال میں تھی۔ اللہ علیم وخبیر جانتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حروف پر محض محبت رسول اللہ ﷺ اوران کے احترام اور اکرام کے نیک جذبہ سے سرشار ہوکر یہ دائرہ لگایا تھا کیونکہ میں سلفی العقیدہ اہل حدیث ہوں اور اس پر سختی سے کاربند ہوں اور مسلک اہل حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی شان رفیع اور جلالت قدر میں گستاخی کا تصور بھی کفر بواح اور ارتداد ہے۔ بعض حضرات میرے اس عمل پر معترض ہیں۔ لہذا آپ اس بارے میں قرآن وحدیث کے مطابق وضاحت فرمائیں کہ کیا میرے اس عمل میں شرعاً گستاخی کا شائبہ پایا جاتا ہے؟ (سائل : محمد یحیی صابر، بمقام بازید پور تحصیل و ضلع قصور)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بشرط صحت سوال اگر واقعی سائل نے اس طالبعلم کو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کے تقاضے سمجھانے کے لیے لفظ ''یارسول اللہ ﷺ'' پر دائرہ لگایا یا کراس لگایا ہے تو اس کو توہین رسالت پر محمول کرنا شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ اس نے احترام رسول کے نیک جذبہ سے سرشار ہوکر دائرہ لگایا ہے تاکہ یہ کاپی کل کلاں ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی اور یوں اس لفظ کی بے ادبی ہوگی۔ لہذا اس بات کی نیت پر حملہ کرنا اور اس بات کو اچھالنا کسی طرح صحیح نہیں۔

واضح رہے کہ صحابہ کرام کے شفاف قلوب واذہان میں رسول اللہ ﷺ کی جو بے پناہ والہانہ سچی محبت تھی ، وہ کوئی محتاج بیان نہیں۔ ہاتھ کنگن کو عارسی کیا؟ کی مصداق ہے اور جس قدر عشق رسول اللہ ﷺ ان کی رگ و پے میں خون کی طرح موجزن تھا، قلم کو اتنا یارا نہیں کہ ان کے اس عشق کے الفاظ کے سانچے میں ڈھال سکے۔ بایں ہمہ مصلحت دینی کی بنیاد پر بعض صحابہ سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں ہیں جو بادی النظر میں گستاخی لگتی ہیں۔ جیسے مثلاً

(1) صلح حدیبیہ کے صلح نامہ تحریر کرتے وقت حضرت علی نے محمد رسول اللہ ﷺ لکھ دیا۔ مشرکین نے اس پر اعتراض کی کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو آپ سے جنگیں کیوں لڑتے؟ تو آپ ﷺ نے وقت کی نزاکت کے پیش نظر حضرت علی کو حکم فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا دو۔ مگر حضرت علی نے کھلے الفاظ میں اس لفظ کو مٹانے سے انکار کردیا۔ جو ظاہر بین کے نزدیک گستاخی ہے۔ مگر در حقیقت حضرت علی کی یہ حکم عدولی ان کی ایمانی غیرت 'تصدیق رسالت اور محبت رسول کا منہ بولتا ثبوت تھا جو ان کی لوح قلب پر کندہ ہوچکا تھ۔ اس لیے آپ ﷺ نے حضرت علی کی اس انکار کو گستاخی پر محمول نہ کرتے ہوئے اس لفظ کو اپنے ہاتھ مبارک سے مٹا دیا اور کوئی سرزنش بھی نہیں کی۔ حالانکہ اس انکار میں بظاہر گستاخی جھلکتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

«كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بَيْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ المُشْرِكُونَ: لاَ تَكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُولًا لَمْ نُقَاتِلْكَ، فَقَالَ لِعَلِيٍّ: «امْحُهُ»، فَقَالَ عَلِيٌّ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ»

حضرت محمد بن مسلمہ '' نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرانا چاہتے ہیں تو آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو شیشہ میں اتارنے کے لیے آپ کے خلاف کوئی بات کہہ سکوں تاکہ میں اس کو قتل کی کوئی تدبیر سوچ لوں۔ آپ نے فرمایا: اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب سے جا کر کہا کہ اس شخص (رسول اللہ) نے تو ہمیں مشقت میں ڈال کر تنکھا دیا ہے۔ ہم سے صدقہ کا تقاضا کرتا ہے۔ تو کعب نے کہا: یہ رسول آپ کو مزید پریشان کرے گا۔ کعب نے اس مشقت کو دنیوی مشقت باور کیا جبکہ حضرت مسلمہ کی نیت میں ترویج اسلام کے لیے جانی اور مالی قربانی اور عملی جدوجہد تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہے:

«فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا، قَالَ: «قُلْ»، فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا»

آپ غور فرمائیں کہ کیا حضرت علی اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ دونوں باتیں گساخی ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے یا کسی مفتی نے ان باتوں کو گستاخی رسول قرار دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حالانکہ بظاہر ان میں گستاخی جھلکتی ہے۔ ان دونوں واقعات سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف وہی قول و فعل گستاخی قرار پاتا ہے۔ جس کی بنیاد بدنیتی اور عناد رسول ﷺ ہوگا۔ نیک نیتی اور مصلحت دینی کے پیش نظر ایسی ہلکی پھلکی بات کو گستاخی قرار دینا شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ صحت اعمال اور ثواب اعمال سب کے سب نیت پر موقوف ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک تبویب یہ ہے کہ:

بَابٌ: مَا جَاءَ إِنَّ الأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالحِسْبَةِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَدَخَلَ فِيهِ الإِيمَانُ، وَالوُضُوءُ، وَالصَّلاَةُ، وَالزَّكَاةُ، وَالحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالأَحْكَامُ

اس بات کا بیان کہ اعمال بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں اور ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا جو نیت کرے۔ تو عمل میں ایمان وضو، نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور احکام آگئے۔ پھر امام بخاری اس ترجمۃ الباب کی موافقت میں یہ حدیث لاتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «العَمَلُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا،

«فهجرته إلى ما هاجر إليه

یعنی یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے اکابر امت نے اس ایک ہی حدیث کو علم دین کا تہائی یا نصف حصہ قرار دیا ہے ۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں یا نیت ہی کے مطابق ان کا بدلہ ملتا ہے ہر کسی کو وہی کچھ ملے گا جس کی وہ نیت کرے ،جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت حضرت عمر کرے گا، یعنی ان کی رضا کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوگی اور دنیا کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کرنے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کی وہ نیت کرے گا ۔

لہذا جب سائل بحیثیت مسلمان اللہ تعالی کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میں نے صرف طالبعلم کو ادب رسول کے تقاضے سمجھانے کے لیے لفظ یا رسول اللہ ﷺ پر دائرہ لگایا تھا تو پھر اس کے خلاف اشتعال پیدا کرنا اور اس پر گستاخی رسول کے فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی میں 99% کفر کی باتیں ہوں اور 1% ایمان ہو تو ایسے آدمی کو کافر قرار دینا جائز نہیں ۔ اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے ۔ امام مالک اور کفر کا فتویٰ لگانا شرعاً ہرگز جائز نہیں ۔ جیسا کہ امام مالک الفاظ یہ ہیں:

من صدر عنه ما يحتمل الكفر من تسعة وتسعين وجها ويحتمل الايمان من وجه حمل امره على الايمان

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص226

محدث فتویٰ